مولانا ابوالحسن علی ندوی اور خواتین

☆ شگفتہ بانو

دورحاضر کا کوئی بھی معاشرہ خواتین کو نظر انداز کر کے ترقی وفلاح کا زینہ نہیں چڑھ سکتا۔ عورتوں کو نظر انداز کرنا صرف عورتوں کے ساتھ ہی زیادتی نہیں، بلکہ تمام انسانوں کے ساتھ زیادتی ہے کیونکہ انسانیت دونوں جنسوں کے تعاون اور خدمت وعمل سے قائم ہے۔ ایک کے نظر انداز ہونے سے صرف ایک ہی کو نقصان نہیں پہنچتا، بلکہ دونوں کو پہنچتا ہے اور مولانا ابوالحسن علی ندوی بھی اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے، اسی لیے تصنیف وتقریر میں آپ کے مخاطب اگرچہ مرد وعورت دونوں رہے، لیکن آپ نے بارہا خواتین سے الگ بھی خطاب کیا اور انہیں ان کے مقام وذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ ذیل میں خواتین اسلام سے متعلق مولانا علی میاں کے خیالات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔مولانا کی تعلیم وتربیت میں گھریلو خواتین کا کردار

مولانا سیدالحسن علی ندوی ٦ محرم ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) کو دائرہ حضرت شاہ علم اللہ (رائے بریلی) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔آپ کے ددھیال اور ننھیال دونوں کو علم وفضل،تقوی واتباع سنت میں ہندوستان میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔آپ کے والد مکرم سید عبدالحئی اپنے وقت کے بڑے عالم تھے اور ننھیال کی دینی وعلمی حالت ایسی تھی کہ آپ کے ماموں، والدہ اوران کی بہن سب حافظ قرآن تھیں اور آپ کے نانا سید شاہ ضیاء النبی رائے بریلی کے ایک جید عالم تھے۔

مولانا علی میاں ابھی نو برس کے تھے تو آپ کے والد وفات پا گئے اور تعلیم وتربیت کی ساری ذمہ داری والدہ (خیر النساء) پر آ گئی۔مولانا نے دینی علمی ذوق وشوق اگرچہ نسلاً باپ سے پایا تھا، لیکن ان صلاحیتوں کو نکھارنے میں آپ کے خاندان کی خواتین (والدہ اور بہنوں) کا بڑا ہاتھ تھا۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج برائے خواتین باغبانپورہ لاہور

آپ کی والدہ صاحبہ انتہائی دیندار، باعمل، اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھنے والی خاتون تھی۔ انہوں نے علمی وعملی ہر دو اعتبار سے آپ کی ایسی تربیت کی کہ علامہ اقبال کا یہ کہنا کہ آداب واخلاق تعلیم گاہوں سے نہیں، بلکہ ماؤں کی گود سے حاصل ہوتے ہیں بالکل سچ ثابت ہوتا ہے:

مرا داد ایں خرد پرور جنونے
نگاہ مادرِ پاک اندرونے
زمکتب چشم و دل نتواں گرفتن
کہ مکتب نیست جز سحر و فسونے (۱)

بلاشبہ صالح ماؤں کی گود سے ہی صالح اولاد جنم لیتی ہے۔ مولانا ابوالحسن کا خود فرمانا ہے" جیسی گود ویسی اولاد" (۲)

آپ کی والدہ نے آپ کی دینی، علمی اور اخلاقی تربیت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی بہن امۃ اللہ تسنیم لکھتی ہیں کہ " والد کی وفات کے بعد بھی ہماری تعلیم وتربیت میں ذرا فرق نہ آیا۔ عشاء کے بعد تمام کاموں سے فراغت ہو جاتی تھی تو ہم لوگوں کو بٹھا کر سکھاتی تھیں۔ قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اور حدیث کی دعائیں یاد کراتیں تھیں وہ دعائیں اب تک ہم لوگوں کو یاد ہیں۔ وہ دعاؤں کی فضیلتیں بتاتی تھیں، اللہ رسول کے قصے ایسی خوبی سے بتاتی تھیں کہ دل میں اترتے چلے جاتے تھے۔ صحابہ کرام اور صحابیات کے حالات اور بزرگوں کے واقعات بھی سناتی رہتی تھیں" (۳)

مولاناؒ فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کی شفقت اگرچہ ضرب المثل تھی، لیکن دو امور میں وہ نہایت سخت گیر تھیں جو کہ تربیت کا ہی حصہ ہے۔ وہ نماز کے بارے میں قطعاً تساہل نہیں برتتی تھیں۔ میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر کبھی سو گیا خواہ کیسی ہی گہری نیند ہو اٹھا کر نماز پڑھواتیں اور نماز پڑھے بغیر ہرگز نہ سونے دیتیں۔ اس طرح فجر کی نماز کے لیے وقت پر جگا دیتیں اور مسجد بھیجتیں پھر قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے بٹھا دیتیں.

دوسری بات جس میں قطعاً رعایت نہ کرتیں اور ان کی غیر معمولی محبت اور شفقت اس میں حارج نہ ہوتی وہ یہ کہ میں کسی خادمہ کے لڑکے یا کام کاج کرنے والوں اور غریب بچوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی، ناانصافی کرتا یا حقارت اور غرور کے ساتھ پیش آتا تو وہ نہ صرف مجھ سے معافی

منگواتی بلکہ ہاتھ تک جڑواتیں، اس میں مجھے خواہ اپنی کتنی ہی ذلت اور خفت محسوس ہوتی، مگر وہ اس کے بغیر نہ مانتیں اس کا مجھے اپنی زندگی میں بڑا فائدہ پہنچا۔ ظلم وتکبر اور غرور سے ڈر معلوم ہونے لگا۔ دل آزاری اور دوسروں کی تذلیل کو کبیرہ گناہ سمجھنے لگا۔ اس کی وجہ سے اپنی غلطی کا اقرار کرلینا ہمیشہ آسان معلوم ہوا'' (۴)

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دعاء ومناجات کا نہایت اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا وہ اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم دیتیں اور شوق دلاتیں۔ مولانا فرماتے ہیں ایک بڑی ہی خوبصورت دعا جو ایک زمانہ میں ان کے ورد زبان تھی اور مجھے بھی اسے پڑھنے کے لیے کہتی تھیں۔ **اللھم آتنی افضل ماتوتی عبادک الصالحین،** یعنی اے اللہ! اپنے نیک بندوں کو جو تو افضل چیز عطا کرتا ہے وہ مجھے بھی عطا فرما (۵) اور مولانا جب کچھ لکھنے کے قابل ہوئے ان سے فرمایا جب تم کچھ لکھا کرو تو بسم اللہ کے بعد سب سے پہلے یہ دعا ہی لکھا کرو۔

جب مولانا کی باقاعدہ رسمی تعلیم کا آغاز ہوا اور آپ لکھنؤ تشریف لے گئے تو والدہ صاحبہ خطوط کے ذریعے نصیحتیں اور ہدایتیں فرماتیں اور یوں دور رہ کر بھی تربیت کا سلسلہ مستقل جاری رہا۔ ایک خط میں تعلیم میں انہماک، جفاکشی اور قدیم طالب علمانہ صفات کی تلقین کرتے ہوئے لکھتی ہیں ''تمام باتوں کا شوق بیکار سمجھو۔ شوقین مزاج والوں سے دلچسپی نہ رکھو۔ طالب علموں کو صرف پڑھنا چاہیے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہوں یا جوتا کچھ شرم کی بات نہیں، بلکہ فخر کرنا چاہیے۔ یہ حالت فلاح و بہبودی کا باعث ہوتی ہے۔ انہیں تکلیفوں میں علم کی قدر ہوتی ہے عقل مند اور خوش نصیب وہی ہے۔ جو نایاب چیز حاصل کرے وہ کیا ہے؟ شریعت کی پابندی'' (٦)

۱۹۲۹ یا ۱۹۳۰ء کا زمانہ تھا کہ مولانا کی طبیعت دینی تعلیم سے کچھ اچاٹ ہونے لگی۔ والدہ صاحبہ کو علم ہوا تو انہوں نے ایک تفصیلی خط لکھا اس کے متن کا کچھ حصہ یوں ہے۔ ''علی اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان مردوں پر نظر رکھو جنہوں نے علم دین حاصل کرنے میں زندگی گزار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے؟ شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، مولوی محمد ابراہیمؒ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحبؒ اور مولوی محمد امینؒ جن کی موت اس وقت قابل رشک ہوئی۔ کیسی شان وشوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے

ساتھ رحلت فرمائی.....علی اگر میرے سو اولادیں ہوتیں تو میں یہی تعلیم دیتی۔ اب تم ہی ہو اللہ تعالی میری خوش نیتی کا پھل دے اور سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں" (۷)

ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کا بیٹا اپنے اسلاف کا صحیح جانشین، اپنے نامور والد کی سچی نشانی، اپنے خاندان کی خصوصیات کا حامل ہو اور نہ صرف خاندان، بلکہ اسلام کا نام روشن کرنے والا دین کا مبلغ و داعی بنے۔ اس مقصد کے لیے اپنی مناجاتوں میں نہایت خلوص اور دردمندی سے اللہ سے دعا کرتی تھیں۔ مولانا ابوالحسنؒ فرماتے ہیں۔ "میرے لیے ان کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ مجھ سے دین کو تقویت اور اسلام کی اشاعت ہو۔ کبھی کبھی مجھ سے پوچھتیں علی تمہارے ہاتھ پر کبھی کوئی مسلمان بھی ہوا ہے؟ میں کہتا اکا دکا کبھی کبھی کسی نے کلمہ پڑھا ہے، فرماتیں یہ آرزو ہے کہ جماعت کی جماعتیں تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہوں" (۸)

الغرض آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کی تربیت اس نہج پر کی کہ زمانہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی زبان میں پکارا اٹھا۔

"مبارک ہے وہ ماں جو ایسا خادم دین وملت جنے" (۹)

والدہ کے علاوہ آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کی دونوں "بہنوں" نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ "کتاب بینی کا شوق گھر کے سارے افراد میں موجود تھا۔ میری دونوں بہنوں کو بھی کتاب کے بغیر چین نہ آتا تھا" (۱۰) مسدس حالی کا بڑا حصہ تقریباً ان دونوں کو تقریباً حفظ تھا (۱۱)۔ "نظم ونثر کی کتابیں خریدی جاتیں۔ دونوں بہنوں میں سے کوئی ترنم کے ساتھ مزے لے لے کر پڑھنا شروع کرتی اور جب تک کتاب ختم نہ کرلیتی چین نہ آتا۔ اس زمانہ کا سنا ہوا حضرت حلیمہ دائی کا قصہ آج تک دل پر نقش ہے۔" (۱۲)

بہنوں میں سے خصوصاً امۃ اللہ تسنیم سے، جو آپ سے عمر میں چھ سال بڑی تھیں، مولانا کو مطالعہ وکتب بینی میں طویل رفاقت اور تصنیف و تالیف میں صلاح مشورے میسر آئے۔ آپ کی یہ ہمشیرہ اعلیٰ علمی و تصنیفی ذوق کی حامل تھیں۔ انہوں نے متعدد دینی مضامین اور رسالے لکھے۔ قصص النبیین للاطفال از ابوالحسن ندوی کا آزاد ترجمہ کیا جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے (۱۳)، امام نووی کی کتاب ریاض الصالحین کو "زادِ سفر" کے نام سے اردو میں منتقل کیا یہ کتاب انتہائی مقبول ہوئی (۱۴)

۲۔ اسلام عورت کو خود اعتمادی سے نوازتا ہے اور اس کا احساس کمتری دور کرتا ہے۔

قبل از اسلام عورتوں کی حیثیت سے کون واقف نہیں ؟ لیکن جب اسلام کی روشنی پھیلی دنیا نور اسلام سے منور ہوگئی۔ اسلام نے خواتین کو عزت و احترام اور مقام فضیلت عطا کر کے اس احساس کمتری کا خاتمہ کر دیا جو صدیوں سے اس کی ذات کا حصہ بنا چلا آ رہا تھا کہ وہ عورت ہے اس لیے مرد سے کمتر ہے۔ مرد کے پاؤں کی جوتی ہے۔ ظلم سہنا اور خاموش رہنا اس کا فرض ہے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں، بلکہ ہر حالت میں مرد کے تابع ہے۔

اسلام نے تعلیم دی کہ عورت کی اپنی ایک مستقل شخصیت ہے اس کے بھی حقوق ہیں عورتوں کو بھی مردوں کی مانند خدا کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے افعال و اعمال کا خود حساب دینا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ''وہ قرآنی آیات جو نصف نوع انسانی اور جنس لطیف کے بارے میں نازل ہوئی تھیں وہ عورت کے اندر اس لیے اعتماد پیدا کرتی ہیں کہ ان کے بموجب معاشرہ میں اور خدا کے نزدیک اس کا متعین مقام ہے اور وہ دین و علم ، خدمت اسلام ، خیر و تقویٰ میں تعاون اور صالح معاشرہ کی تعمیر میں پوری طرح حصہ لے سکتی ہے۔ قرآنی آیات ،قبول اعمال، نجات و سعادت اور آخرت کی کامیابی کے بیان میں ہمیشہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کرتی ہیں'' (۱۵) فرمانِ الٰہی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ (۱٦)

ترجمہ: سو ان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کرلیا، اس لیے کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے (خواہ) مرد ہو یا عورت عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت دیکھیے کہ ذکور واناث دونوں پر یکساں شفقت کی نظر ہے اور کہنا ہے تم میں کسی عمل کرنے والے کے عمل، کسی محنت کرنے والے کی محنت، قربانی دینے والے کی قربانی کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ انہیں شرف قبولیت بخشتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت (۱۷)

اللہ تعالیٰ حیات طیبہ کے مواقع و وسائل عطا کرنے کے موقع پر بھی مردوں کے ساتھ

عورتوں کو یاد رکھتا ہے بلکہ اس کے لیے ضمانت دیتا ہے اور اس کا وعدہ کرتا ہے۔ ''حیات طیبہ'' ایک جامع اور دور رس معانی پر مشتمل کلمہ ہے جو مثالی اور کامیاب زندگی کا مفہوم اور عزت و اطمینان کے غیر محدود معانی رکھتا ہے (۱۸)

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُوْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيوٰةً طَيِّبَةً وَلَنُجزِ يَنهم اَجْرَ هُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۹)

ترجمہ: نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ہزار اجر دیں گے۔

صفات حسنہ، اعمال صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ بیان کرتا ہے۔ اور جب مردوں کی اس صفت کا ذکر کرتا ہے، تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا ہے اگرچہ اس کے لیے طویل پیرایہ ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے اور حکمت یہ ہے کہ ان صفات میں قوت وصلاحیت رکھنے والے مردوں کو عورتوں پر قیاس کرنے کے لیے وہ انسانی ذہن آمادہ نہیں ہوتے جنھوں نے غیر اسلامی مذاہب و فلسفہ اور قدیم معاشرت و آداب کے سائے میں تربیت پائی ہے۔ ایسے ذہنوں نے ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں تفریق کی ہے اور انہیں بہت سے فضائل میں مردوں کے ساتھ شرکت سے بھی مستثنیٰ کر رکھا ہے۔ چہ جائیکہ ان کی مزاحمت وسبقت کو گوارا کریں (۲۰) ارشاد ربانی ہے۔

ان المسلمين والمسلمات والمومنين والمومنات والقانتين والقانتات والصادقين والصادقات والصابرين والصابرات والخاشعين والخاشعات والمتصدقين والمتصدقات والصائمين والصائمات والحافظين فروجهم والحافظات والذاكرين الله كثير والذاكرات اعدالله لهم مغفرة واجراً عظيما. (۲۱)

ترجمہ: بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں فرمانبردار مرد اور مانبردار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر

عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور تصدیق کرنے والے اور تصدیق کرنے والیاں روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے بندوں اور بندیوں کا الگ الگ ذکر کر کے دس صفات یہاں گنوائی ہیں، کیونکہ اس کی صفت ربوبیت اور صفت رحمت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام اور ان پر سایہ افگن ہے (۲۲)

قرآن مجید صرف طاعات وعبادات ہی کے سلسلہ میں ان کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ باصلاحیت مردوں اور اولوالعزم افراد، دینی واخلاقی احتساب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے والوں کے ساتھ بھی ان کا ذکر کرتا ہے۔ مومنین اور مومنات کو ایک متحدہ اور خیر وتقویٰ پر تعاون کرنے والی جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے (۲۳)

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يقيمون الصلوة ويوتون الزكوة ويطيعون الله ورسوله اولئك سيرحمهم الله ان الله عزيز حكيم. (۲۴)

ترجمہ: اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور اپنی رحمت کرے گا، بیشک اللہ بڑے اختیار والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

علاوہ ازیں اسلام نے عورت کو حقوق سے بھی نوازا ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ملکیت ومیراث کا حق، خرید وفروخت کا حق، نکاح اور شوہر سے علیحدگی کا حق (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے کا حق (اگر کسی سے راضی نہ ہو تو)، عیدین، جمعہ اور جماعت کی نمازوں میں شرکت کا حق، درس وتدریس اور دین کی تبلیغ اور ان کے علاوہ مزید حقوق بھی (۲۵)

۱۹۷۷ء میں مسلم کمیونٹی سنٹر شکاگو امریکہ میں خواتین کے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوے آپ نے فرمایا۔" سورہ نساء کا نام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ اناث کو اور جنس لطیف کو کیا مقام دیا ہے (۲۶) کیا ہندو مذہب کا کوئی ماننے والا بتائے گا کہ اس کے مذہب اس کی کسی مقدس کتاب میں عورت کے نام سے کوئی لیکھ ہو اور اس کے عنوان کا ذکر ہو (۲۷)

مولانا ابوالحسن ندوی خواتین کے حوالہ سے اللہ کے رسول کے طرز عمل کا بھی مختصر ذکر فرماتے ہیں کہ" آپ کے اندر صنف نازک کا جو احترام، اس کے جذبات اور لطیف احساسات کا تصور اور ان کا جو لحاظ تھا وہ طبقہ نسواں کے بڑے سے بڑے وکیل اور عورت کے احترام کے بڑے سے بڑے مدعی کے یہاں نہیں ملتا، اسی طرح بڑے سے بڑے مقدس لوگوں، رشیوں اور...... یہاں تک کہ دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں ملنا مشکل ہے۔ ازدواج مطہرات کی دلجوئی ان کی جائز تفریحات میں شرکت، ان کے جذبات کا خیال اور ان کے درمیان جو عدل فرماتے اس کی نظیر نہیں ملتی (۲۸)۔

یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرنے اور جدید نفسیات کی اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھنے کے لیے بہت کافی ہے (۲۹)۔

اسلام نے عورت کی قدر و منزلت کے درج بالا صرف دعوے ہی نہیں کیے ہیں، بلکہ علم و عمل تدبر، سیاست، بہادری، تہذیب و تمدن غرض عورتوں کے چند فطری فضائل کے علاوہ تمام شعبہ جات میں عملی حیثیت سے مردوں کے دوش بدوش لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ ان ہی تعلیمات کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتین، اسلام میں معلمات اور تربیت کرنے والی، جہاد اور تیمارداری کرنے والی، ادیب و مصنف، حافظ قرآن، حدیث کی راوی، عابد و زاہد اور معاشرے میں صاحب وجاہت خواتین کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جن سے علمی استفادہ کیا گیا اور جن سے تربیت حاصل کی گئی اور جو معیاری و مثالی شخصیت کی حامل تھیں۔ ان میں سے تاریخ کے حوالہ سے چند ایک کو دیکھتے ہیں۔

عورتیں ولایت کے میدان میں بھی پیچھے نہیں ہیں۔ اس بات کا پورا امکان تھا کہ ولایت کے میدان پر اجارہ داری مردوں کی ہوتی کیونکہ مجاہدہ کرنا، رات رات نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا

یہ مردوں کے لیے آسان ہے، جبکہ عورتوں کی بہت سی خانگی ذمہ داریاں ہیں۔ تربیت و پرورش اولاد، گھریلو ذمہ داریاں، شوہر کی ضروریات کا خیال وغیرہ اس لیے ولایت میں امکان تھا کہ کوئی عورت نہ ہوتی جب کے اس کے برعکس رابعہ بصری اپنی عبادت وریاضت کی بنا پر ولایت کے مقام پر فائز ہیں (۳۰)

علم دین میں عورت کا درجہ

کرہ ارض پر علماء کرام قرآن حکیم کے بعد صحیح بخاری کو صحیح ترین کتاب قرار دیتے ہیں۔ ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے جو بخاری شریف پڑھی اور پڑھائی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ جو بخاری شریف پڑھاتے رہے یہ ایک خاتون کریمہ کی روایت کردہ ہے۔ بھوپال تخت سلطنت پر نواب سکندر جہاں بیگم اور نواب شاہ جہاں بیگم جیسی فاضلہ خواتین رونق افروز ہوئیں...... مفتی اعظم مولانا مفتی عبدالقیوم کے متعلق اہل بھوپال بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسا مقدمہ آتا جس میں کوئی فیصلہ نہ کر پاتے اور اس فکر میں پڑ جاتے کہ اس مسئلہ میں حکم شرعی کیا ہے تو گھر جا کر اپنی اہلیہ سے پوچھتے اور بعض اوقات تو بلا تکلف لوگوں سے کہہ دیتے ذرا بیوی صاحبہ سے پوچھ آؤں (آپ کی بیوی صاحبہ مولانا سید محمد اسحاق صاحب دھلویؒ کی صاحبزادی تھیں (۳۱)

اگر ادب کا میدان دیکھیں یہاں ولادہ بنت المستکفی جو سپین کے امراء میں سے ایک کی صاحبزادی تھیں ان کا نام اب تک روشن ہے۔ ان کا ایسا ادبی و شعری دربار منعقد ہوتا تھا کہ بڑے بڑے ادباء ان کے پاس استفادہ کے لیے آتے تھے۔

جہاد

حضرت عبداللہ بن زبیر بہت بڑے عالم، فقیہہ اور بہادر تھے۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی حکومت منہج نبوت ہٹ گئی تو آپؓ نے کوشش کی کہ اس کو منہاج نبوت لے آئیں۔ آپ کی والدہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی ذات النطاقین حضرت اسماءؓ نے آپ کو جہاد کی ترغیب دی۔ آپ کا عبدالملک بن مردان کے گورنر سے سخت مقابلہ ہوا۔ آپ نے شہادت پائی۔ آپ کی لاش کی بے حرمتی کے لیے اسے سر بازار دار پر لٹکا دیا گیا۔ آپ کی والدہ نے جو کہ انتہائی بہادر تھیں ایسا دیکھا تو فرمایا۔

الم یان لھذا الفارس ان یترجل (کیا اس شہ سوار کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ پیدل ہو جائے (۳۲)

سید احمد شہید رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا فیض سارے ہندوستان میں پہنچا۔ ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمی مسلمان ہوئے اور بیس لاکھ کے قریب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت اور توبہ کی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کی والدہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ ان (سید احمد شہید) کی دائی پاس بیٹھی تھیں کہ ایک شخص نے گھر آکر آپ کو دعوت جہاد دی۔ آپ کی عمر اس وقت کوئی ۱۲ یا ۱۴ سال کی ہوگی۔ آپ تیار ہو گئے، لیکن دائی نے کہا نہیں یہ نہیں جا سکتے۔ والدہ نے سلام پھرا تو کہا بی بی تم نے کیوں روکا تم نے اسے اس سعادت سے کیوں محروم رکھا ہمارے بیٹے کو جانے دیا ہوتا۔ (۳۳)

صبر و استقامت

حضرت خنساءؓ عربی زبان کی لافانی شاعرات میں سے ہیں۔ قبول اسلام سے قبل ان کے دو بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو ایسے دلدوز مرثیے کہے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ قبول اسلام کے بعد بیٹوں کو بلایا اور کہا پیٹھ نہ دکھانا، میں نے اسی دن کے لیے تمہیں دودھ پلایا تھا۔ ان کو ایک ایک کر کے رخصت کیا اور جب ایک ایک کر کے شہادت کی خبر آنے لگی تو ہر دفعہ شکر ادا کرتیں۔ یہاں تک کہ آخری بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا۔ **الحمد الله الذی اکرمنی بشھادتھم** اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ان کی شہادت سے مجھے سرفراز کیا اور اس سے عزت بخشی (۳۴)۔

۳۔ اسلامی معاشرت میں عورت کا مقام و مرتبہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی ۱۹ جون ۱۹۷۷ء کو امریکہ میں مسلم کمیونٹی سنٹر شکاگو میں خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلام کے نظام معاشرت میں عورت کی حیثیت و مقام پر روشنی ڈالی اور اس کے حکم قرآنی کا حوالہ دیا۔

یاایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیراونساء واتقوا الله الذی تساء لون بہ والا رحام ان الله کان علیکم رقیباً (۳۵)

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدمؑ) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت روائی کا ذریعہ بناتے ہو۔ ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں اللہ تم پر نگہبان ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ طبقۂ اناث کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد عورت کی ذمہ داری کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے۔ پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ ہے، پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تضاد اور بیر نہیں، بلکہ وہ جا کر ایک ہی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ انسان کو ہم سفر اس کی جنس میں سے دیا گیا۔ اور وہ اس کے جسم کا حصہ ہے پھر اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسان کی آفرینش اور افزائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفاقت اور ہم سفری میں برکت عطاء فرمائی کہ جو دو تھے ان سے بے شمار انسان پیدا ہوئے (۳۶)

ایک مسلمان مرد کی مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت اسی وقت جائز ہوتی ہے جب وہ خدا کا نام بیچ میں لائیں......اور ہمارے یہاں ازدواجی تعلق کا تصور صرف یہی نہیں کہ عقد و نکاح زندگی کی ضرورت کے لیے کرنا ہے، بلکہ اس کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اور زوجین کے گہرے اور محکم تعلق کو قرآن حکیم میں ایک اور انداز سے بھی بیان کیا ہے۔ **هن لباس لكم و انتم لباس لهن**

ترجمہ: وہ (بیویاں) تمہارا لباس ہیں اور تم (خاوند) ان کا لباس ہو (۳۷)۔

یہ بھی قرآن کا ایک معجزہ ہے کہ اس نے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو ستر پوشی اور زینت زندگی کی اہم ضرورت ہے، لباس کے بغیر جس طرح انسان حیوانیت کے قریب تر اور ایک صحرائی مخلوق نظر آتا ہے۔ ویسے ہی ازدواجی زندگی کے بغیر انسان غیر متمدن نظر آتا ہے (۳۸)۔

اسلام نے مرد و عورت میں سے ہر ایک کا دائرہ عمل متعین کر دیا ہے اور جب بھی کوئی ایک اپنے دائرے سے نکل کر دوسرے کے دائرہ عمل میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تو نتیجہ صرف معاشرتی انتشار ہوتا ہے جو بالاخر معاشرہ کی تباہی پر منتج ہوتا ہے۔ بلاشبہ مرد و عورت مل کر ایک خاندان تشکیل دیتے ہیں جو کہ معاشرہ کی اکائی ہوتا ہے۔ اس میں مرد عورت کا اپنا اپنا دائرہ عمل اسلام نے متعین کر دیا ہے۔ سامان تعمیر کی فراہمی اگرچہ مرد کا کام ہے لیکن گھر کی اصل معمار عورت ہوتی ہے۔

مرد ضروریات زندگی کی فکر کرتا ہے تو عورت تربیت نسل کی۔ مرد سے خاندان تحفظ پاتا ہے اور عورت سے پاکیزگی وطہارت، نجابت وشرافت اور وفا وایثار کی تعلیم۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اب کوئی مشرقی ملک اگر اس معاشرتی نظام کی نقل کرتا ہے اور اس کا ناکام تجربہ کو دھرانا چاہتا ہے تو یہ صرف اور صرف اپنے ملک کی اسلامیت، سلامیت اور شخصیت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور خاص طور پر ان ملکوں میں جن پر اسلام کے مستقبل کا انحصار ہے۔ **السعید من وعظ بغیرہٖ** (خوش ہے وہ جو دوسروں کے حال سے عبرت ونصیحت اختیار کرتا ہے (۴۰)۔

۴۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی حفاظت میں مسلمان عورتوں کا کردار

مولانا نے قطر کے شہر دوحہ میں خواتین کے اجتماع سے ''اسلامی تمدن اور خواتین'' کے حوالہ سے ایک خطاب فرمایا، آپ کی یہ تقریر عربی زبان میں تھی بعد ازاں اسے اردو میں منتقل کیا گیا اس میں آپ نے تاریخ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ خواتین نے ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ اسلامی تہذیب وتمدن کی حفاظت کی ہے۔ مرد کارگہ حیات، مدرسوں، محکموں اور گھر سے باہر کی دنیا میں اور خواتین گھروں کے اندر اس کی محافظ بن کر اٹھیں۔ کسی قوم کے لیے اس کی تہذیب وتمدن کیا معنی رکھتی ہے؟ آپ فرماتے ہیں ''تمدن کی جڑیں انسانی نفسیات اور قوم کے جذبات واحساسات کی گہرائیوں تک اتری ہوتی ہیں اور کسی قوم کو اس کے مخصوص تہذیب وتمدن سے الگ کر دینا اس کے حال کو اس کے ماضی سے کاٹ دینے کے مترادف ہے'' (۴۱)۔

جزیرۃ العرب میں اسلام کو اپنے ظہور کے ساتھ ہی دو ایسے ترقی یافتہ تمدنوں سے واسطہ پڑا جن سے بڑھ کر کسی دوسرے تمدن کا تجربہ انسانی تہذیبی تاریخ نے نہیں کیا تھا۔ ''اسلام کے بالمقابل دو قدیم عظیم تہذیبیں تھیں، مغرب کی رومی و یونانی اور مشرق کی ایرانی تہذیب۔ دونوں تہذیبیں قدیم دنیا کے علوم وفنون، ثقافت وادب، فلسفیانہ نظاموں کے ذخیرے اور تمدن و معاشرت کے ترقی یافتہ طریقوں سے مالا مال تھیں'' (۴۲)۔

اس کے برعکس عرب اپنی تہذیبی طفولیت کے دور میں تھا۔ اسلام اگرچہ عقائد، اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے آراستہ تھا، لیکن معاشرہ کی قیادت کی باگ دوڑ رومیوں اور یونانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے امکان تھا کہ اہل عرب اور مسلمان جنہوں نے تنگ وتاریک ماحول میں آنکھ

کھولی جو تمدن کے ذرائع وسائل سے یکسر محروم تھے، روم فارس کی تہذیب کے سامنے جھک جائیں اور انہیں تمام خوبیوں و خامیوں سمیت قبول کرلیں، لیکن انسانی تاریخ نے یہ انوکھا تجربہ دیکھا کہ جنہوں نے ساری دنیا میں اسلام پھیلایا یا صحرا کے رہنے والے تھے۔ تمدن سے عاری تھے اور نہ کوئی ترقی اور نہ کوئی سلطنت عرصہ سے قائم ہوئی تھی۔ وہاں مدرسے نہ تھے۔ یہ اونٹوں کو چرانے والے ان کا گوشت کھانے اور دودھ پینے والے، نہایت محدود دنیا رکھنے والے جن کا سامنا ان ترقی یافتہ تہذیب و تمدنوں سے ہوا تو ان کی آنکھیں چکاچوند نہ ہوئیں۔ ان تہذیبوں کے اثرات ان کے گھروں میں داخل نہ ہو پائے وہ اپنی اسلامی حیثیت اور تمدن و تہذیب کے محافظ و پاسبان رہے (۴۳)۔

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس دور کی خواتین رومی و ایرانی تہذیب سے متاثر نہ ہوئیں۔ صحابیات، تابعیات، اور اس زمانہ کی مسلم خواتین اس طرح اپنی اسلامی دینی تہذیب پر مضبوطی سے قائم رہیں کہ اگر کوئی غلط چیز آتی تو اسے نہ آنے دیتیں اس کے سامنے آہنی دیوار بن جاتیں۔ اس لیے ان کا معاشرہ پاک وصاف رہا۔ اس میں رومی و ایرانی تہذیب کے اثرات نظر نہ آئے یہ مسلم خواتین کی ایمانی مضبوطی اور اسلامی خدمت کی ایک عظیم الشان مثال ہے (۴۴)۔

اگر مسلمان خواتین کا یہ رویہ نہ ہوتا تو مسلمان رہنما، امراء و حکام، سلاطین و بادشاہ، اسلامی سپاہ کے کمانڈر، اسلامی سوسائٹی، اسلامی شخصیت اور اسلامی تہذیب اور اسلامی تہذیب وتمدن کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر تقویٰ شعار، امانتدار، شریف اور پختہ ایمان خواتین اسلامی تہذیب اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور بقا کے لیے مردوں کے ساتھ مکمل تعاون نہ کرتیں۔ اسلامی عائلی نظام اور ایسے اسلامی گھر کی جو اسلامی تربیت کے زیر اثر پروان چڑھ رہا ہو جہاں محبت اور پاکیزگی کی فضاء ہو۔ تعمیر میں مردوں کا ہاتھ نہ بٹاتیں اگر خدا کی باعزت، صالح اور نیک بندیاں جو اسلامی تشخص کی پاسبان ہیں باعزت اور شریف مردوں کی مدد نہ کرتیں اور ان کو سہارا نہ دیتیں تو مسلمانوں کو اپنے اسلامی تشخص اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ باقی رہنا مشکل تھا۔ ان خواتین کا اسلامی تشخص کی حفاظت کے لیے ہی نہیں بلکہ اسلامی وجود کی بقا میں بڑا حصہ ہے (۴۵)۔

مولانا ابوالحسن فرماتے ہیں کہ دورِ حاضر میں بھی اسلامی تہذیب وتمدن کو ماضی کی مانند اپنی بقا کے چیلنج کا سامنا ہے اور مدمقابل مغربی تہذیب اپنی تمام علمی برتری اور اخلاقی زوال کے ساتھ

صف آرا ہے۔ مغربی تہذیب خالصتاً مادہ پرستانہ تہذیب ہے۔ ''مغرب کا یہ کہنا ہے کہ زندگی کی تنظیم خالص مادی بنیادوں پر کی جائے جس میں انسانیت اور معاشرہ انسانی کا اس کے خالق ورب سے کوئی تعلق نہ ہو۔ طاقت کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ مادی ترقی اور ارضی خوش حالی کے سوا کوئی نصب العین نہیں'' (۴۶)۔

مغربی تہذیب اپنی تمام برائیوں سمیت ہمارے گھروں میں در آرہی ہے۔ انگریزوں سے خدا بیزاری ہم میں سرایت کرنے لگی ہے۔ عورتوں کی غیر محدود آزادی اور بے پردگی، مخلوط نظام تعلیم وغیرہ یہ سب عوام کو اپنی غیرت، اخلاقی شعور، خیر وشر کی تمیز اور حیا و بے حیائی کے مفہوم سے نا آشنا بنا رہے ہیں (۴۷)۔

مولانا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مغرب کے علمی، صنعتی اور سائنسی علوم و ٹیکنالوجی اور تحقیقات سے فراخ دلی سے استفادہ کرنا چاہیے، لیکن اس کے اخلاقی نقطہ نظر اور مسلک زندگی کو جوں کا توں قبول نہ کیا جائے کیونکہ دوسروں کی تہذیب کو اپنانے والا بالآخر اپنی شناخت کھو دیتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن معاشروں نے دوسروں کی تہذیب و تمدن کو اپنایا وہ نہایت آسانی سے رفتہ رفتہ اپنے بنیادی عقائد اور مسلک حیات سے بھی الگ ہو گئے جن کو وہ دانتوں سے پکڑے ہوئے تھے (۴۸)۔

دورِ حاضر میں اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں اور خصوصاً بچیوں کی صحیح اسلامی تربیت کریں جس کے نتیجہ میں انہیں اپنی اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ پر فخر ہو۔ احساس کمتری کو شکار نہ ہوں ۔ خواتین صحابیات کا نمونہ بنیں تا کہ اپنے معاشرہ کو باہر کے مضر اثرات سے بچا سکیں۔ بچوں کو اسلامی شعائر اور آداب سکھائیں تا کہ وہ نہ صرف اسلامی اخلاق، اسلامی سیرت اور اسلامی تہذیب سے نہ صرف آراستہ ہوں بلکہ ان کی محافظ و خدمت گار بھی بنیں (۴۹)۔

۵۔ دورِ حاضر میں خواتین اسلام کی ذمہ داری

مولانا کا قیام چونکہ ایک غیر اسلامی ملک ہندوستان میں تھا اس لیے آپ تمام مسلمان خواتین سے عموماً اور ہندوستان کی مسلمان خواتین سے خصوصاً یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اسلامی نہج پر کرنے کے لیے خصوصی توجہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں ''مسلمانوں کا اس

ملک میں مسلمان بن کر رہنا، قرآن شریف پڑھنے کے قابل ہونا، اردو کتابوں سے فائدہ اٹھانا، اسلامی شعائر واحکام سے واقف ہونا، اسلامی تہذیب اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا اور عقیدہ توحید پر مضبوطی سے چلنا اس میں آدھی سے زیادہ ذمہ داری ہماری بیبیوں اور عورتوں پر ہے (۵۳)۔

اور اگر ہماری خواتین اور خصوصاً پڑھی لکھی اور باشعور خواتین نے اپنے فرض کا احساس نہ کیا تو وہ دن دور نہیں جب اس ملک میں مسلمان کا رہنا مشکل ہوگا، بلکہ یہ ملک سپین بن جائے گا۔ اسپین کیا تھا؟ یہ یورپ کا ایک ٹکڑا تھا جو کہ خالصتاً مسلمان ملک ہوگیا تھا وہاں بڑی شان وشوکت والی سلطنت قائم ہوئیں۔ وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ کتاب موطا امام مالک کے شارحین پیدا ہوئے۔ وہاں جامع اشبیلیہ اور جامع غرناطہ جیسی مسجدیں تھیں جن کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ لیکن غیر مسلموں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اسلام کو وہاں کہیں سے آذان کی آواز آتی ہے اور نہ کہیں کوئی مدرسہ ہے (۵۴)۔

مختصراً خواتین اسلام کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمانی فرائض ادا کریں اور آخرت میں سرخرو ہوں۔ ''اپنے بچوں کو مسلمان بناؤ، مسلمان رکھو، اردو لکھنا پڑھنا سکھاؤ، قرآن مجید پڑھنے کے قابل بناؤ، توحید ان کے دل میں بٹھاؤ۔ شرک و بدعت، بت پرستی ان سب چیزوں سے انہیں روکو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے، اگر یہ کام ہوگیا تو اس میں اسلام کے تحفظ اور بقاء کی ضمانت ہے ورنہ محض خارجی اور تنظیمی کوششیں اور محض اخبارات ورسائل اور محض کانفرنسیں مفید تو ہوں گی لیکن کافی نہ ہوں گی (۵۵)۔

حوالہ جات

۱۔ ابوالحسن علی ندوی، بحوالہ نقوش اقبال، ص ۲۸۵ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۳ء۔

۲۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۹۰ مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۹۸، مجلس نشریات اسلام کراچی

۴۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۴۸، ۴۷ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۵۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۲۷ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۶۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۵۶ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۷۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۵۳ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۸۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۷۰ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۹۔ ابوالحسن علی ندوی، ذکر خیر، ص ۱۴۰ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۷ء۔

۱۰۔ ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ۲: ۳۴۳ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۱۔ ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ۲: ۳۴۷ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۲۔ ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ۲: ۳۴۴ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۳۔ ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ۲: ۳۶۳ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۴۔ ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ۲: ۳۵۵ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۵۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۸۔۱۷ مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۶۔ آل عمران، ۳: ۱۹۵

۱۷۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۶۱ مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۸۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۹ مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۹۔ النحل، ۱۶: ۹۷

۲۰۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۲۰۔۱۹ مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۱۔ الاحزاب، ۳۳: ۳۵

۲۲۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۴۷، مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۳۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۲۱ مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۴۔ التوبہ ۹: ۷۱

۲۵۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۲۳، مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۶۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۳۴، مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۷۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۰۸، مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۸۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۳۴، مجلس نشریات اسلام کراچی

۲۹۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۲۲، مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۰۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، خلاصہ ص ۶۴-۶۵ مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۱۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۶۶-۶۷ مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۲۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، خلاصہ ص ۶۸-۶۹، مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۳۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۰۹، مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۴۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۷۰، مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۵۔ النساء، ۴: ۱

۳۶۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۳۰، مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۷۔ البقرہ: ۲: ۱۸۷

۳۸۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۳۱-۳۳ مجلس نشریات اسلام کراچی

۳۹۔ ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض، ص ۱۷۷-۷۸، مجلس نشریات اسلام کراچی

۴۰۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۲۵۳، مجلس نشریات اسلام کراچی

۴۱۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۲۹۶، مجلس نشریات اسلام کراچی

۴۲۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۵۶، مجلس نشریات اسلام کراچی

۴۳۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۹۶، مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۴۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۹۷۔۹۶ مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۵۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۵۶ مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۶۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۹۰۔۲۸۹، مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۷۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۳۰۸، مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۸۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص ۲۹۶، مجلس نشریات اسلام کراچی
۴۹۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۹۸، مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۰۔ ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض خلاصہ، ص ۲۳۰، مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۱۔ ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض خلاصہ، ص ۲۳۱ مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۲۔ ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض خلاصہ، ص ۳۲۔۲۳۱ مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۳۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۱۱، مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۴۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۱۲۔۱۱۱، مجلس نشریات اسلام۔
۵۵۔ ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، ص ۱۱۴، مجلس نشریات اسلام۔

نوٹ: خواتین سے متعلق مولانا علی میاںؒ کی کتاب۔

''اسلام کے معاشرتی و خاندانی اور ملی تشخص کی حفاظت میں خواتین کا کردار''

کی عدم دستیابی کی وجہ سے استفادہ ممکن نہ ہوسکا۔